GUMAN گمان
VOL 8, ISSUE 1, 2025
E(ISSN) 2709-4162, P(ISSN) 2709-4154
https://guman.com.pk/index.php/GUMAN

Intellectual comparison of "Musaddas-e-Hali" and "Bharat Darpan"

"مسدسِ حالیؔ" اور" بھارت درپن" کا فکری تقابل

Bakht Zamin
Ph.D Scholar Islamia College University Peshawar
Zia Ud Din
Ph.D Scholar Islamia College University Peshawar

Abstract

Altaf Hussain Hali, on the suggestion of Sir Sayyed Ahmad Khan, wrote the poem "Mad-o-Jazre Islam" in 1879 in the form of Musaddas (sextain),which (the poem) later came to be known as "Musaddas-e-Hali". In this poem Hali has examined the reasons behind the rise and fall of Muslims ,urging them to learn from their glorious past to overcome their current situation of decline. Its immense positive impact upon the Muslims led to its inclusion in the curricula of many schools.

In 1905 similar to "Musaddas-e-Hali" in form and meter, Pandit Braj Mohan Dattateria Kaifi wrote the poem "Bhatrat Darpan" in which he examined the reasons behind the rise and fall of Hindus.This study presents a comparative anlaysis of the theoretical frameworks of both the poems.

Key Words: "Musaddas-e-Hali", "Bharat Darpan", Altaf Hussain Hali, Sir Sayyed Ahmad Khan, Pandit Braj Mohan Dattateria.

اٹھارہ سوستاون (۱۸۵۷ء) کی جنگِ آزادی نے ہندوستانیوں کے نظامِ زندگی کے تمام پہلوؤں پر بہت دوررس اثرات مرتب کیے۔ تعلیمی نظام، معیشت اور سیاست کے علاوہ یہاں کی ثقافت و تہذیب اور ہندوستانیوں کے مجموعی نظامِ فکر سمیت مشرقی زندگی کا پورا ڈھانچہ تبدیل ہوگیا۔ ہر چیز کی حُسن و قبح کو مغربی اقدار و روایات کی کسوٹی پر پرکھا جانے لگا۔ مسلمان قوم نظامِ زندگی کے اس ہمہ پہلو زوال کا خصوصی طور پر شکار ہوئی۔ اس صورتِ حال کا سب سے نقصان دہ پہلو مسلمانوں کی اپنی حالتِ زار پر قناعت اور احساسِ زیاں سے عاری ہونا تھا۔ ابتلا کے اس دور میں کچھ زعماء نے حالات کی سنگینی کا احساس کرتے ہوئے اپنی قوم کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا۔ اس سلسلے میں سر سید احمد خان کا نام بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔ سر سید احمد خان نے قوم کی ہمہ جہت اصلاح کے لیے ایک جامع تحریک شروع کی، جو بعد میں علی گڑھ تحریک کے نام سے مشہور ہوئی۔ اِس تحریک کا بنیادی مقصد مسلمانوں کو جدید مغربی تعلیم سے آراستہ کرنا اور ان کی تہذیبی و معاشرتی اصلاح کرنا تھا۔ سر سید تحریک کو کامیابی سے ہمکنار کرنے میں ان کے رفقائے کار نے اہم کردار ادا کیا۔ حالیؔ سر سید تحریک سے وابستہ ایک اہم شاعر اور ادیب تھے۔ جو کام سر سید اپنی تقاریر اور نثر کے ذریعے سر انجام دیتے تھے، وہی کام حالیؔ نے اپنی شاعری سے لیا۔ انھوں نے ۱۸۷۹ء[1] میں سر سید کی ایما پر "مدو جزرِ اسلام" کے نام سے نظم لکھی، جس میں مسلمانوں کی موجودہ حالت زار اور ان کے شاندار ماضی کو بہت مؤثر پیرائے میں بیان کیا گیا ہے۔ اِس سے تحریک پاکر ہندو رہنماؤں اور ادیبوں نے بھی اپنی قوم کی اصلاح اور ترقی کے بارے میں سوچنا شروع کیا۔ پنڈت برج موہن دتاتریا کیفؔی نے ۱۹۰۵ء[2] میں "مدو جزرِ اسلام" کی

GUMAN گمان
VOL 8, ISSUE 1, 2025
E(ISSN) 2709-4162, P(ISSN) 2709-4154
https://guman.com.pk/index.php/GUMAN

پیروی میں مسدس کی ہیئت اور اسی بحر میں ''بھارت درپن'' کے نام سے ایک نظم لکھی جس میں انھوں نے ہندوؤں کے عروج وزوال کی کہانی مسدسِ حالی ہی کے انداز میں بیان کی ہے۔'' مدوجزرِ اسلام'' لکھ کر حالیؔ نے جو کام مسلمانوں کے لیے کیا، وہی کام پنڈت کیفیؔ ''بھارت درپن'' کے ذریعے ہندوؤں کے لیے کرنا چاہتے تھے۔ ظہور الحسن اپنی کتاب ''پنڈت کیفیؔ کے ادبی کارناموں کا جائزہ'' میں کیفی کے بارے میں لکھتے ہیں:

''یہ سچ ہے کہ کیفیؔ ہندو سماج کے ناتمام حالیؔ ہیں، اُن میں قوم کی اِصلاح کا جذبہ حالیؔ کی طرح موجود ہے''[۳]

اِس مضمون میں ''بھارت درپن'' اور ''مسدسِ حالیؔ'' کی فکری مماثلت واختلاف کا تجزیہ کیا گیا ہے۔

''مسدسِ حالیؔ'' اور بھارت درپن'' میں فکری طور پر بنیادی فرق دونوں شاعروں کے تصورِ قومیت کا ہے۔ حالیؔ قومیت کے اسلامی تصور پر یقین رکھتے ہیں، اور انھوں نے بلا تفریقِ رنگ و نسل اور جغرافیہ پوری دنیا میں بسنے والے تمام مسلمانوں کو بحیثیت ایک قوم کے مخاطب کیا ہے جبکہ پنڈت کیفیؔ قومیت کے جغرافیائی یعنی مغرب کے وطنی تصور کے حامی ہیں اور انھوں نے صرف ہندوستان میں رہنے والے ہندوؤں کو موضوعِ بحث بنایا ہے۔ اِس کے باوجود دونوں نظموں میں فکری مماثلت کے کئی حوالے موجود ہیں۔

حالیؔ ''مدوجزرِ اسلام'' کی غرض وغایت کے حوالے سے نظم کے دیباچے میں لکھتے ہیں:

''قوم کی حالت تباہ ہے۔ عزیز ذلیل ہوگئے ہیں۔ شریف خاک میں مل گئے ہیں۔ علم کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ دین کا صرف نام باقی ہے۔ افلاس کی گھر گھر پکار ہے ------ ہر چند لوگ بہت کچھ لکھ چکے ہیں اور لکھ رہے ہیں، مگر نظم جو بالطبع سب کو مرغوب ہے اور خاص کر عرب کا ترکہ ہے اور مسلمانوں کا موروثی حصہ ہے، قوم کے بیدار کرنے کے لیے اب تک کسی نے نہیں لکھی۔''[۴]

گویا یہ پوری نظم مسلمانوں کی حالتِ زار پر شاعر کے شعوری ردِ عمل کا اظہار ہے۔ حالیؔ نے اِس نظم کے ذریعے صحیح معنوں میں مسلمانوں کی بیداری کا حق ادا کیا۔ نظم اپنے موضوع اور انداز کے لحاظ نامانوس ہونے کے باوجود پورے ملک میں اِس قدر مشہور ہوئی کہ کچھ قومی مدرسوں میں اس کا انتخاب بطورِ نصاب پڑھایا جانے لگا۔ حالیؔ مصائب و مشکلات کی شکار زوال آمادہ مسلمان قوم کو طوفان میں گھرے ہوئے ایک ایسے جہاز کی مانند قرار دیتے ہیں جس میں سوار لوگ جہاز کی عاقبت سے بے پروا خوابِ خرگوش کے مزے لوٹ رہے ہیں:

''یہی حال دنیا میں اِس قوم کا ہے   بھنور میں جہاز آکے جس کا گھرا ہے'' [۵]

پنڈت کیفیؔ نے '' بھارت درپن'' بھی اِسی انداز سے شروع کی ہے۔ جس طرح حالیؔ نے دیباچے میں نظم کی سببِ تالیف کا ذکر کیا ہے، کیفی بھی اس کی پیروی کرتے ہوئے ہندوستان کو ایک بیمار مرد سے تشبیہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''آؤ ہم سب کمرِ ہمت باندھیں اور اپنے بزرگ بیمار کو موت کے منہ سے بچالیں۔ وہ بسترِ بیماری پر ہے بسترِ مرگ پر نہیں۔---- ہمارا فرض ہے کہ اپنے مریض کی شفایابی میں حتی الوسع کوشش کریں۔''[۶]

اسی حوالے سے تاجور سامری اپنی کتاب ''ایک زندگی ایک صدی'' میں لکھتے ہیں:

''کیفی نے ایک بڑی طویل مسدس ''بھارت درپن'' لکھی جس میں اہلِ ہند خصوصاً، ہندوؤں کو مستقبل کے لیے جدوجہد پر ابھارا گیا ہے''[۷]

GUMAN گمان
VOL 8, ISSUE 1, 2025
E(ISSN) 2709-4162, P(ISSN) 2709-4154
https://guman.com.pk/index.php/GUMAN

پنڈت کیفی نے ہندوستان کو ایک بیمار مرد اور ہندوؤں کو اس کے ایسے اعزا و اقارب سے تشبیہ دی ہے جن کو نہ اپنے بزرگ کے ماضی کے کارناموں کا علم ہے اور نہ اُس کی بیماری کی کوئی فکر ہے۔ ستم ظریفی یہ ہے اکثر عزیز و اقارب اب اس ماضی کے سورما اور تنومند پہلوان کو حقارت اور استہزا کی نظر سے دیکھتے ہیں۔

"مگر اُس کے لیے کسی کا بھی دل نہیں پسیجتا۔ لہو ایسے سفید ہو گئے ہیں کہ کسی کی آنکھ میں اُس کے لیے ایک آنسو کی بوند اور کسی کے منہ میں اُس کے لیے ایک میٹھا بول نہیں رہا اگر کوئی اُس کے رخ دیکھتا بھی ہے تو رحم اور رقت کی نہیں بلکہ اکراہ اور تحقیر کی نظر سے" ۸

حالی نے اپنی نظم میں ظہور اسلام سے پہلے، عرب کی عمومی سیاسی، معاشی، سماجی، معاشرتی، اخلاقی، اور تمدنی صورتِ حال کی خوبصورت تصویر کشی کے ساتھ ساتھ جزیرۃ العرب کی آب و ہوا کا ذکر بھی کیا ہے، اس کے جغرافیے کا نقشہ بھی کھینچا ہے۔ اِس کے بعد دلنشین پیرائے میں بعثت نبویؐ کا ذکر ہے۔ نبی پاکؐ کی ذات بابرکات کے دنیا پر احسانات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ مسلمانوں کے ابتدائی دور، ان کے علمی کارناموں ان کی جہانگیری و جہان بانی، ان کے سیاسی و تہذیبی عروج، دنیا پر ان کے سیاسی و تہذیبی اور علمی اثرات اور عروج و ترقی کے اسباب شرح و بسط سے پیش کرنے کے بعد حالیؔ نے مسلمانوں کے موجودہ زوال اور اس کے اسباب کی نشان دہی کی ہے۔

پنڈت کیفی نے آریاؤں اور ان کے عروج و زوال کا ذکر بھارت ورش کے خصوصی حوالے سے کیا ہے۔ اُن کا نقطۂ نظر قومی سے زیادہ ملکی ہے۔ پوری نظم میں پنڈت کیفی ہندوستانی تہذیب کی قدامت اور اس کی برتری کے گن گاتے ہیں۔ نظم میں ماضی کے ہندوستان کے علمی و ادبی کارناموں اور دوسرے ممالک پر اس کے اثرات پر تفصیلی بحث کی گئی ہے۔ ہندوستانی تہذیب اور تمدن کی ان خصوصیات کا ذکر کیا گیا ہے جن کی بدولت ہندوستانی تہذیب دوسرے ممالک کے لیے قابل رشک تھی۔ کیفی نے بھی حالیؔ کے انداز میں ترقی اور خوشحالی کے اسباب بیان کرنے کے بعد ہندوستان کے موجودہ زوال کی وجوہات کی طرف توجہ مرکوز کی ہے۔

مختلف عنوانات کے تحت، مد جزرِ اسلام اور بھارت درپن میں عروج کے اسباب کا موازنہ

دینی تعلیمات کا اثر : مسلمانوں کی ابتدائی معاشرت اور عرب معاشرے کی تبدیلی مکمل طور پر دینِ اِسلام کی تعلیمات کی مرہونِ منت ہے۔ حالیؔ نے مسلمانوں کی زندگی پر دینِ اِسلام کے بنیادی عقائد کے اثرات تفصیل سے بیان کیے ہیں۔ توحید اِسلام کا بنیادی عقیدہ ہے۔ توحید کا عقیدہ اختیار کرنے سے انسان کے دل سے غیر اللہ کا خوف نکل جاتا ہے اور اِنسان بہادری کی صفت سے متصف ہو جاتا ہے۔ اِسی توحید کے عقیدے کے اثرات تھے جس کی بدولت مسلمانوں نے تعداد میں اپنے سے کئی گنا زیادہ لشکروں کو شکست سے دوچار کیا۔ حالیؔ کے الفاظ میں:

"کہ ہے ذاتِ واحد عبادت کے لائق زباں اور دل کی شہادت کے لائق" ۹

حالی کہتے ہیں کہ توحید کا یہی وہ وعدہ تھا جو عالمِ ارواح میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی روحوں سے لیا تھا، جس کو انسان بھلا چکے تھے۔ حضورؐ نے توحید کے عقیدے کے ذریعے انسانوں کا رشتہ ایک اللہ سے جوڑ دیا اور معاشرے سے شرک اور بت پرستی کا خاتمہ کر دیا۔

"مبرّا ہے شرکت سے اُس کی خدائی نہیں اُس کے آگے کسی کو برائی" ۱۰

تصورِ آخرت بھی اِسلام کا بنیادی عقیدہ ہے اور اِس سے انسان کے ذہن میں سزا و جزا کا تصور پیدا ہوتا ہے۔ سزا اور جزا کا یہی تصور معاشرے میں ہمدردی و خیر خواہی اور برائی سے بچنے کا سبب بنتا ہے۔ حالیؔ کے بقول اِسلام سے قبل عرب معاشرہ اِس لیے ظلم و جبر کا شکار تھا کہ وہ سزا و جزا کے تصور کو بھلا بیٹھے تھے:

"نہ واقف تھے انساں قضا اور جزا سے نہ آگاہ تھے مبدا و منتہا سے" ۱۱

پنڈت کیفی ”بھارت درپن“ میں آریاؤں کے عروج اوران کے ابتدائی علمی و عملی فتوحات کو ویدوں کی تعلیمات کا نتیجہ قرار دیتے ہیں۔اُن کے بقول مغرب سمیت پوری دنیا نے ہندوستان کے علوم وفنون سے استفادہ کیا۔انھی ویدوں کی بدولت ہندوستان میں علم کی گرم بازاریاں تھیں۔ویدوں نے علم کا اُجالا پھیلایا اور ہندوستان میں علم وحکمت کا بول بالا ہوا۔ویدوں نے دلوں سے جہالت کو نکالا اور زندگی کے قواعد وضوابط سکھائے۔

”دلوں سے جہالت کو یکسر نکالا ہر اک ضابطہ زندگی کا سنبھالا“۱۲

پنڈت کیفی نے مسدسِ حالیؔ کے ایک ایک بند کو سامنے رکھتے ہوئے ہندوستانی تہذیب وثقافت میں انھی اسباب وعلل کو ڈھونڈنے کی کوشش کی ہے جو حالیؔ نے ملت اسلامیہ کے عروج یازوال کے لیے بیان کیے ہیں۔مثلاً وہ حالیؔ کے بیان کردہ مسلمانوں کے عقیدۂ توحید کو سامنے رکھتے ہوئے قدیم آریاؤں کے عقیدے کو اپنے مخصوص تہذیبی اور ثقافتی پس منظر میں اِس طرح بیان کرتے ہیں :

”عقائد کو اِس طرح کا تھا سنوارا تھا کثرت میں وحدت کا پیدا نظارا“۱۳

ہندو معاشرے میں لاتعداد بتوں کی پوجا زمانہ قدیم سے رائج ہے اور ہندوستان میں آریاؤں کے زمانے ہی سے کثرت پرستی کا رواج تھا اور کثرت پرستی ہی شرک کا دوسرا نام ہے۔لیکن کیفی ”بھارت درپن“ میں ہندو جوگیوں کے بارے میں کہتے ہیں کہ انھوں نے کثرت میں وحدت کا نظارا پیدا کیا اور شرک کا خاتمہ کیا۔

”جو اپنا فدا اک نظر میں بنالیں جو شرک اور دوئی کی بنا توڑ ڈالیں“ ۱۴

مرزا خلیل احمد بیگ ”پنڈت برج موہن دتاتریہ کیفی“ میں کیفی کے مذہب سے وابستگی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

”۔۔۔۔۔۔ایک خاص بات اُن کے اندر یہ تھی کہ وہ مذہبی پیشواؤں سے گہری عقیدت رکھتے تھے۔انھوں نے کرشن جی کی شان میں جو نظمیں لکھی ہیں، وہ اِسی عقیدت کی مظہر ہیں۔“ ۱۵

مذہبی پیشواؤں سے اپنی اسی عقیدت کی بنا پر کیفی نے نظم کی ابتدا بھی ایک سنت کی زبانی کی ہے جو لوگوں کو برائیاں ترک کرنے اور نیکی اختیار کرنے کی نصیحت کرتے ہیں۔حالیؔ نے مسدس میں مسلمانوں کی اجتماعی زندگی کے مختلف شعبوں میں ترقی وخوشحالی کو تفصیل سے نظم کیا ہے۔

معاشی ترقی: معاشی ترقی وخوشحالی کا ذکر کرتے ہوئے حالیؔ کہتے ہیں کہ اِسلام کے ابتدائی زمانے میں اسلامی معاشی قوانین پر عمل درآمد کی وجہ سے مسلمان ایک مضبوط معاشی قوت کے طور پر اُبھرے۔حالیؔ کے زمانے میں ہندوستان کے مسلمان معاشی زوال کا شکار تھے۔حالیؔ مسدس میں مسلمانوں کے ماضی کی خوشحالی کی تصویر کشی کرتے ہوئے انھیں اپنی موجودہ حالت سدھارنے کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔دنیا میں کوئی بھی قوم معاشی خوشحالی کے بغیر ترقی کی منازل طے نہیں کرسکتی،اِس لیے حالیؔ نے مسلمانوں کی ترقی کے جہاں دوسرے اسباب کا ذکر کیا ہے وہاں وہ معاشی خوشحالی کو بھی ترقی کا ایک ناگزیر زینہ سمجھتے ہیں۔

”سکھائے معیشت کے آداب اُن کو پڑھائے تمدن کے سب باب اُن کو“۱۶

پنڈت کیفی بھارت درپن میں ماضی کے ہندوستان اور آریوں کی معاشی ترقی کے بارے میں کہتے ہیں، کہ ایک زمانہ تھا جب دنیا جہاں کے تاجر ہندوستان آتے تھے اور یہاں کی مصنوعات پوری دنیا میں جاتی تھیں۔ہندوستان اُس زمانے میں ایک عالمی تجارتی منڈی کی حیثیت رکھتا تھا۔ہندستانی مصنوعات اپنی نفاست اور اعلیٰ معیار کی بدولت دنیا بھر میں پسند کی جاتی تھیں۔کیفی کہتے ہیں کہ مسلمانوں نے بصرہ شہر اسی غرض سے تعمیر کیا تھا کہ یہ ہندوستان کے ساتھ تجارت کے لیے ایک منڈی کے طور پر استعمال ہو۔کیفی ہندستانی مصنوعات کے اعلیٰ معیار اور دنیا میں ان کی مانگ کے حوالے سے کہتے ہیں:

”تھی وہ صنعتوں میں ہماری صفائی　　　　کہ وارفتہ جس کی ہوئی کل خدائی“ ۱۷

پنڈت کیفی آریاؤں اور ہندوستان کے عروج وزوال کو ایک ہی معنی میں لیتے ہیں جبکہ حالیؔ کا نقطۂ نظر ملی ہے اور وہ مسلمان ملت کے عروج وزوال کو کسی جغرافیائی خطے سے منسوب نہیں کرتے،اور یہی فکری حوالے سے دونوں شاعروں کی سوچ کا بنیادی فرق ہے۔

وقت کی قدروقیمت :۔وقت کی قدروقیمت اور اہمیت سے کسی کو انکار نہیں۔قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی ترقی کا ایک سبب یہ تھا کہ وہ وقت کے ایک ایک لمحے کی اہمیت سے واقف تھے۔فضول مشاغل میں وقت ضائع نہیں کرتے تھے۔جس بھی موضوع کی واقعیت و حقیقت بیان کرنا ہو،حالیؔ پوری شرح وبسط کے ساتھ اُس موضوع پر بحث کرتے ہیں ۔مسدس میں کبھی کبھی جزیات نگاری سے طول بیان کا تاثر ابھرتا ہے،لیکن اُن کی طول بیانی بھی بے مقصد نہیں ہوتی بقول ڈاکٹ سید عبداللہ :

”حالیؔ کا میلان طولِ بیان اور پھیلاؤ کی طرف زیادہ ہے۔لیکن اِس طولِ بیان کا مقصد واقعات سے حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے۔“ ۱۸

اِسی بات کی طرف بھارت درپن میں کیفی نے اشارہ کیا ہے۔وہ اہلِ ہند کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ایک زمانہ تھا جب تم جاگتے تھے،یعنی تمہیں وقت کی قدرو قیمت کا احساس تھا،بنابریں ترقی کے دروازے تم پر کھلے ہوئے تھے۔

اعلیٰ اخلاق : حالیؔ اور کیفی دونوں نے اپنے اپنے انداز میں اپنی قوم اور تہذیب کے دور عروج میں اخلاقی برتری کا ذکر کیا ہے۔حالیؔ کہتے ہیں کہ اُس دور کے مسلمان ہمدردی،سخاوت ،انسان دوستی،فیض رسانی،انکساری اور شجاعت و بہادری جیسی صفات کے حامل تھے۔عرب معاشرہ جس پر قرنوں سے جہالت کے اندھیرے چھائے ہوئے تھے،حضورؐ کی تعلیمات کی برکت سے وہ دنیا کا بہترین معاشرہ قرار پایا۔مسدس حالیؔ میں اکثر مصرعے آیاتِ قرآنی اور احادیث مبارکہ کے مفاہیم پر مشتمل ہیں۔مثلاً :

”جو حق سے اپنے لیے چاہتے ہیں　　　　وہی ہر بشر کے لیے چاہتے ہیں

کرو مہربانی تم اہلِ زمیں پر　　　　خدا مہرباں ہوگا عرشِ بریں پر“ ۱۹

پنڈت کیفی اہلِ ہند کی اخلاقی برتری،ہمدردی،راست گفتاری اور شجاعت و بہادری کے بارے میں کہتے ہیں کہ ہندوستان کے باشندے زہد و تقویٰ،بے ریائی اور جوانمردی میں اپنی مثال آپ تھے۔تہذیب و شائستگی میں ہندوستان کا کوئی ثانی نہیں تھا۔اہل ہند نے دنیا کو تمدّن،تدبُّر،حکمت،دلیل اور منطق کی گھاتیں سکھائیں۔

”وہ اخلاق ہے جو خلائق میں یکتا　　　　اصولوں پہ قدرت کے ہے حصر جس کا

وہ شائستگی جس کا بھاری ہے پلا　　　　وہ تہذیب ثانی نہیں جس کا پیدا“ ۲۰

حالیؔ نے مسدس میں مسلمانوں کی ترقی کے جن اسباب کو موضوعِ بحث بنایا ہے یا مسلمانوں کے جن کارناموں کا ذکر کیا ہے اُن کی تاریخی حیثیت مسلم ہے۔مشرقی مؤرخین کے علاوہ مغربی تاریخوں میں بھی ان کی شہادتیں موجود ہیں۔حالیؔ نے اُن واقعات کا ذکر کیا ہے جو بدیہی ہیں اور انھیں نظم میں کہیں بھی فٹ نوٹ لکھنے یا استدلالی انداز اپنانے کی ضرورت اختیار نہیں کرنی پڑتی۔بقول مرزا خلیل احمد بیگ پنڈت کیفی نے بھارت درپن مسدسِ حالیؔ سے متاثر ہو کر لکھی تھی۔اِس لیے اس میں نہ مسدسِ حالیؔ کی طرح روانی اور بے ساختگی ہے اور نہ واقعات کا فطری پن۔پنڈت کیفی نے بھارت درپن میں اہلِ ہند کے کارنامے تاریخی ترتیب اور منطقی ربط کے ساتھ لکھنے کے بجائے مسدس حالیؔ کے ایک ایک بند کو سامنے رکھتے ہوئے اُس کا جواب لکھنے کی کوشش کی ہے۔کہیں وہ مسدسِ حالیؔ میں بیان کردہ واقعات کی تردید کرتے ہوئے نظر آتے ہیں اور کہیں اپنی بات کو سچ ثابت کرنے کے لیے فٹ نوٹ کا سہارا لیتے ہیں۔حالیؔ کا بنیادی مقصد مسلمانوں کو اُن کے شاندار ماضی کی تصویر دکھا کر انھیں اپنا مستقبل سنوارنے کے لیے جدوجہد پر ابھارنا ہے۔

GUMAN گمان
VOL 8, ISSUE 1, 2025
E(ISSN) 2709-4162, P(ISSN) 2709-4154
https://guman.com.pk/index.php/GUMAN

حالیؔ کا انداز مناظرانہ اور تقابلی نہیں جبکہ پنڈت کیفیؔ کا انداز واقعاتی سے زیادہ تقابلی ہے اور اُن کا مقصد اہلِ ہند کی تہذیب کو دوسری تہذیبوں سے برتر ثابت کرنا ہے۔اس لیے بھارت درپن کے اکثر اشعار میں الفاظ کے معمولی فرق کے ساتھ مسدسِ حالی کے اشعار کا چربہ اتارا گیا ہے۔ذیل میں مسدس حالیؔ اور بھارت درپن کے اِسی انداز کے اشعار درج ہیں:

مسدسِ حالیؔ:	''سمر قند سے اُندلس تک سراسر	انھیں کی رصد گاہیں جلوہ گستر''(ص:۳۳)
بھارت درپن:	''رصد گاہِ اوجّین اور مان مندر	ہیں دنیا کے علمی نوادر کے اندر'' (ص:۱۷)
مسدسِ حالیؔ:	''زمانے میں پھیلائی توحیدِ مطلق	لگی آنے گھر گھر سے آوازِ حق حق (۲۸) ''
بھارت درپن:	''عقائد کو اِس طرح کا تھا سنوارا	تھا کثرت میں وحدت کا پیدا نظارا(ص:۱۷)
مسدس،حالیؔ:	''ہر اک دل سے رشتہ جہالت کا توڑا	کوئی گھر نہ دنیا میں تاریک چھوڑا(۲۹)''
بھارت درپن:	''انھوں نے جہالت کا کھویا اندھیرا	اُٹھایا جہاں سے ضلالت کا ڈیرا'' (ص:۱۹)
مسدسِ حالیؔ:	''سمجھتے تھے ذمی و مسلم کو یکساں	نہ تھا عبد و حر میں تفاوت نمایاں(ص:۲۵)
بھارت درپن:	''نہ حاکم و محکوم میں فرق کرتے	ترقی کی مفتوح ملکوں کی مرتے'' (ص:۲۲)
مسدس حالیؔ:	''ہر اک میکدہ سے بھرا جا کے ساغر	ہر اک گھاٹ سے آکے سیراب ہو کر(ص: ۲۹)
بھارت:	''مگر اس طرح جیسے اِک کنبہ پرور	کمائی کی خاطر چلے گھر سے باہر''(ص:۲۰)
مسدسِ حالیؔ:	''نہ صرف ایک مشرق میں تھی اُن کی شہرت	مسلم تھی مغرب تک اُن کی حذاقت''(ص:۳۶)
بھارت درپن:	''ہوئی طب کی ہر شاخ میں وہ ترقی	کہ اُس پہ حذاقت ہے یوناں کی مبنی''(ص:۱۸)
مسدسِ حالیؔ:	''یہ پہلا سبق تھا کتابِ ہدا کا	کہ ہے ساری مخلوق کنبہ خدا کا''(ص:۵۳)
بھارت درپن:	''سبق یہ ملا تھا کتابِ خدا کا	سب انسان کنبہ ہیں پرماتما کا''(ص:۳۱)

یہ چند مثالیں مشتِ نمونہ از خروارے کے طور پر دی گئی ہیں۔اِس کے علاوہ پنڈت کیفی کی پوری نظم مسدسِ حالیؔ کا چربہ معلوم ہوتی ہے۔

احیائے علوم: الطاف حسین حالیؔ مسلمانوں کی علمی ترقی اور علمی کارناموں کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ انھوں نے ارسطو اور افلاطون کے علوم وفنون کو از سرِ مرتب کیا۔مسلمانوں نے حضور ﷺ کے اِس فرمان پر من عن عمل کیا جس کا مفہوم ہے کہ '' حکمت مومن کی گم شدہ میراث ہے،جہاں سے ملے اُسے حاصل کرے'' مسلمانوں نے زراعت،سیاحت،تجارت،مواصلات،جہاز رانی،طب،فلکیات علمِ ہیئت،علمِ تاریخ اور علمِ بیان غرض تمام علوم وفنون میں بے مثال ترقی کی۔ہمالہ سے سے جبر الٹر تک اُن کی علمی ترقی کے نشانات دیکھے جاسکتے ہیں۔مصر اور یونان کے کتب خانوں کی کتابیں اونٹوں پر لد کر خلافتِ بغداد میں منتقل ہوئیں۔مسلمانوں کے علمی کارناموں سے مشرق اور مغرب نے روشنی حاصل کی۔جو قومیں آج دنیا میں ترقی یافتہ کہلاتی ہیں وہ ہمیشہ عرب کی احسان مند رہیں گی۔پنڈت کیفیؔ بھارت درپن میں مسدسِ حالیؔ کے کچھ اشعار اور مصروں پر اعتراض کرتے ہیں اور اُن مصروں کا حوالہ دے کر اُس کے جواب میں اہلِ ہند کی برتری ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔کیفیؔ اہلِ ہند کی علوم وفنون میں برتری ثابت کرنے کے لیے اُن آریوں کو بھی اہلِ ہند میں شامل کرتے ہیں جو جو ہندوستان کے آریوں کی طرح وسط ایشیائی خطوں سے نکل کر یورپ میں آباد ہوئے تھے۔کیفیؔ حالیؔ کے اِس دعوے پر ''کہ تھا ہند اک خوشہ چین اُس عرب کا'' خاصے برہم ہیں اور اسے چاند پر تھوکنا کہتے ہیں۔کیفیؔ استدلال کرتے ہیں کہ اہلِ یونان کے جن فلسفوں سے اہلِ عرب نے فائدہ اٹھایا ہے،

GUMAN گمان
VOL 8, ISSUE 1, 2025
E(ISSN) 2709-4162, P(ISSN) 2709-4154
https://guman.com.pk/index.php/GUMAN

یونان نے یہ علوم اہلِ ہند سے سیکھے ہیں۔ کیفؔی کا یہ کہنا اس لیے محلِ نظر ہے کہ جو آریا یورپ میں بس گئے تھے اہلِ ہند نہیں تھے۔ اور اگر وہ آریا ہونے کی بنا پر ہندوستانیوں کے ہم نسل تھے اور اُن کے کارناموں کو ہندوستان ہی سے منسوب سمجھا جائے تو پھر ہندوستان کے آریوں کو کیوں یونان اور ایران سے منسوب نہ کیا جائے۔ حالیؔ نے ہندوستان کی عرب سے جس خوشہ چینی کا ذکر کیا ہے تو حالیؔ صرف اہلِ عرب کا ذکر نہیں کرتے بلکہ مسلمان ملت کی بات کرتے ہیں۔ اور ہندوستان کے طول و عرض میں اب بھی سڑکوں، شاہراہوں اور عمارتوں وغیرہ کی صورت میں مسلمانوں کے نشانات دیکھے جا سکتے ہیں۔

فتوحات اور ملک گیری: مسدسِ حالیؔ کے بند نمبر ۸۰ اور اِس کے بعد کے چار بندوں میں مسلمانوں کے فتوحات اور مختلف ممالک میں موجود اُن کے آثار کی تفصیل بیان کی گئی ہے ۔ حالیؔ کہتے ہیں اِس زمین پر کوئی براعظم ایسا نہیں جس میں مسلمانوں کی مستحکم عمارات اور محلات کے آثار موجود نہ ہوں۔ عرب، ہند، مصر، اندلس، شام اور دیلم کے علاوہ، غرناطہ ، بلنسیہ، بطلیوس، اشبیلیہ اور قرطبہ جیسے شہر اُن کی عظمتِ رفتہ کے یادگار ہیں۔ حالیؔ کہتے ہیں کوہِ آدم یعنی سری لنکا کے پہاڑی سلسلے کی سب سے اونچی چوٹی سے لے کر اندلس کی سب سے اونچی چوٹی کوہِ بیضا تک مسلمانوں کے آثار موجود ہیں۔ انھی اشعار کے بارے میں سر راس مسعود لکھتے ہیں:

''مسدس ہی کے یہ چند بند ایسے ہیں کہ یورپ کی کسی قوم کے ادب میں اِس سے بہتر کوئی چیز آج تک نہیں لکھی گئی۔ میں مسدس کے اُس حصے کی بات کرتا ہوں جس میں بغداد کا عروج و زوال دکھایا گیا ہے۔ اِس دنیا میں جب تک اُردو رائج ہے نہ حالیؔ کا نام مٹ سکتا ہے اور نہ ہی اِس کے اثر میں کمی آسکتی ہے۔''۲۱

پنڈت کیفؔی بھارت درپن میں مسدسِ حالیؔ کے اِن اشعار کے جواب میں لکھتے ہیں کہ اہلِ ہند نے سمندری جہاز بنائے اور مصر، انڈونیشیا کے جاوا جزیرے سمیت مکسیکو اور پیرو میں نوآبادیاں قائم کیں۔ اِس طرح وہ تاتار اور ختن کو بھی ہندوستان کے مفتوحہ ممالک میں شامل کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ امریکہ کو پاتال دیس کہہ کر اِس کو بھی قدیم ہندوستان کی کالونی بتاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جب آریا ملک گیری کے لیے اٹھے تو انھوں نے پورے عالم پر اپنے فتح و نصرت کے جھنڈے لہرائے۔ مسدس حالیؔ کے مصرعے ''سرِ کوہِ آدم تا کوہِ بیضا'' کے جواب میں لکھتے ہیں کہ '' تھی ادنی سی بات اُن کو تسخیر لنکا''۔ گوپی چند نارنگ اپنی تصنیف '' اردو غزل اور ہندوستانی ذہن و تہذیب'' میں لکھتے ہیں:

''فطرت کے فیاض اور ہموار عمل کے اثر سے ہندوستانی ذہن میں تسخیرِ فطرت کی عملی قوتیں بڑی حد تک معطل رہیں۔۔۔۔۔۔ہندوستانیوں نے ہندوستان سے باہر نکل کر کبھی کسی دوسرے ملک پر حملہ نہیں کیا۔''۲۲

''ہندوستان کا شاندار ماضی'' کے مصنف، اے۔ ایل۔ باشم کے بقول تاریخ سے ایسی کوئی شہادت نہیں ملتی کہ اہلِ ہند نے ہندوستان سے باہر نکل کر دوسرے ممالک پر تصرف حاصل کیا ہو۔ ۲۳

ہندوستان والوں کے عقائد اور ان کے ذہن و مزاج کے بارے میں ''ملتِ اِسلامیہ کی مختصر تاریخ'' میں ثروت صولت لکھتے ہیں کہ ہندوستان والے سمندر پار جانا گناہ سمجھتے ہیں۔ ۲۴

اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ پنڈت کیفی کی یہ بات کہ: ع ''کنیز ایک تھی ان کی فتح و نصرت[۲۵] '' محض ایک شاعرانہ خیال ہے، اور حقیقت کے خلاف ہے۔

انسانی حقوق :۔ جو قومیں آج دنیا کی پسماندہ قوموں کو انسانی حقوق اور رواداری کا بھاشن دیتی ہیں، ظہورِ اسلام سے پہلے اُن کی اور درندوں کی خصلتیں یکساں تھیں۔ حالیؔ کے بقول جو آج ہمارے گلہ بان بنے ہوئے ہیں اُن کا کردار کسی زمانے میں آدم خور بھیڑیوں جیسا تھا۔ ان لوگوں کا کردار آج بھی منافقانہ ہے۔ اِن کے انسانی حقوق، مساوات اور رواداری کے نعرے محض دکھاوے کے لیے ہیں۔ جب یہ چیزیں اُن کے قومی مفادات کے خلاف ہوں تو وہ کسی قدر کا بھی لحاظ نہیں کرتے۔

کیفؔی بھارت درپن میں ہندو معاشرے میں انسانی حقوق کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ موجودہ ہندو معاشرے میں جو برائیاں موجود ہیں، ابتدائی آریائی معاشرے میں یہ نہیں تھیں۔ رسمِ ستی اور خواتین کے حقوق کی پامالی کے حوالے سے کہتے ہیں کہ یہ برائیاں گزشتہ چند صدیوں میں ہندوستانی معاشرے میں جڑ پکڑ چکی ہیں۔ آریائی معاشرے میں

مرد و عورت کے حقوق برابر تھے۔ عورت کو گھر کی ملکہ کی حیثیت حاصل تھی۔ مردوں اور عورتوں کو تعلیم کے یکساں مواقع میسر تھے۔ برہمن لڑکوں اور لڑکیوں کی تعلیم میں کوئی امتیاز نہیں برتتے تھے۔ کیفی کہتے ہیں ہندوستان میں انسانی آزادی اور انسانی حقوق کی مکمل پاسداری کی جاتی تھی۔ کیفی ہر صورت میں قدیم آریائی معاشرے کو تمام برائیوں سے پاک صاف دکھانے پر تلے ہوئے ہیں، اِس لیے وہ بھارت درپن کے صفحہ نمبر ۱۳ پر لکھتے ہیں کہ اِس ذات پات کی تقسیم سے دنیا میں ترقی ہوئی۔ ع: ''ترقی ہوئی جس سے آگلے جگوں میں[۲۶]'' نظم کے اِس حصے میں وہ ہندو معاشرے میں ذات پات کی تقسیم کو نظامِ زندگی چلانے کے لیے ضروری قرار دیتے ہیں اور اِسے آریاؤں کی انتظامی صلاحیتوں کی برتری کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ اِس سے پچھلے صفحے پر لکھا ہے کہ ع: ''پرانے زمانے میں تھیں کب یہ ذاتیں[۲۷]''، کیفی نے نظم کے آخر میں حوالے دیے ہیں اور ایک مغربی مستشرق ڈاکٹر مورڈک کے حوالے سے لکھا ہے کہ کاسٹ سسٹم ہندوؤں میں نہیں تھا۔ جب ذات پات کی تقسیم کو نظامِ زندگی کے لیے ناگزیر سمجھا ہے تو اِس کی تائید کے لیے ہربرٹ سپنسر، کا نظریہ بطور دلیل حوالے میں پیش کیا ہے کہ انسانی معاشرتی نظام چلانے کے لیے ذات پات کی یہ تقسیم بالکل منطقی ہے۔ اِس طرح کی متضاد باتیں نظم کے مختلف بندوں میں پیش کی گئی ہیں جن سے فکری تضاد عیاں ہے۔

مسدس، حالی اور بھارت درپن میں زوال کے اسباب کا تقابل:

دین سے دوری:۔ مسدسِ حالی میں الطاف حسین حالیؔ نے مسلمانوں کے زوال کے اسباب تفصیل سے بیان کیے ہیں۔ حالیؔ کے مطابق جب تک مسلمان دینی تعلیمات پر عمل پیرا رہے دنیا میں کامیابی اور کامرانی اُن کا مقدر تھی۔ لیکن جب مسلمانوں نے اسلامی تعلیمات سے روگردانی اختیار کی تو ان کا تنزل شروع ہوا۔ اور زوال کا یہ راستہ مسلمانوں نے خود اختیار کیا ہے، کیوں کہ یہ قدرت کا قانون ہے کہ جب تک کوئی قوم خود اپنی حالت بدلنے پر آمادہ نہ ہو، اُس کی حالت نہیں بدلتی۔ بقولِ حالیؔ:

''کہ ہم نے بگاڑا نہیں کوئی اب تک وہ بگڑا نہیں آپ دنیا میں جب تک''[۲۸]

کیپٹن فیاض محمود کے بقول حالیؔ نے نظم میں مسلمانوں کے دورِ زوال کی کمزوریوں کو ایسے درد انگیز اور مؤثر انداز میں بیان کیا ہے کہ نظم کا ہر مصرع ایک مرقع بن گیا ہے۔[۲۹]

مسدسِ حالیؔ میں مسلمانوں کے زوال کے جن اسباب کا ذکر کیا گیا ہے ان کے پیدا ہونے کی بنیادی وجہ دین سے دوری ہے۔ دین سے منہ موڑنے کی وجہ سے مسلمان اخلاقی زوال کا بھی شکار ہوئے۔ اسلام دینِ فطرت ہے اور اعلیٰ آفاقی اخلاق کی تعلیم دیتا ہے۔ جب اسلامی تعلیمات کو پسِ پشت ڈالا گیا تو، نہ آپس میں محبت باقی رہی نہ غیروں سے معاملات ٹھیک رہے۔ حکومت تو ویسے بھی ہاتھ سے جا چکی تھی لیکن انفرادی طور پر اگر مسلمانوں میں علمی، اخلاقی یا معاشی لحاظ سے کوئی خوبی ایسی باقی ہوتی تو حکومتی نوکری میں اُن کا حصہ ہوتا یا حکومت کے رازدار ہوتے لیکن انفرادی طور پر بھی وہ ان اوصاف سے محروم ہو چکے ہیں:

''نہ اہلِ حکومت کے رازدار ہیں ہم نہ درباریوں میں سرافراز ہیں ہم''[۳۰]

کاہلی اور تن آسانی: حالیؔ نے مسلمانوں کی ذہنی کیفیت اور نفسیات کا گہرا مشاہدہ کرکے مسدس میں بہت تفصیل سے اس کا تجزیہ پیش کیا ہے۔ حالیؔ کے بقول مسلمان دوسری قوموں کو دیکھ کر اُن سے سبق حاصل نہیں کرتے۔ مسلمان جنت کی نعمتوں کا ذکر کرتے ہیں، جنت کی آسائشوں کا ذکر کرتے ہیں اور جنت میں جانے کی اُمید بھی رکھتے ہیں لیکن جنت کے حصول کے لیے نہ کوئی محنت کرتے ہیں اور نہ نیک عمل اختیار کرتے ہیں۔ نہ اپنی معاشی حالت کی بہتری کے لیے سفر اختیار کرتے ہیں اور نہ دنیا کے دوسرے ملکوں اور تہذیبوں کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ یہ اپنی اسی حالت میں خوش اور قانع ہیں۔ حالیؔ کے بقول مسلمانوں کی موجودہ حالت تالاب میں بند اُن مچھلیوں کی مانند ہے جو اسی تالاب کو اپنے لیے پوری دنیا سمجھتی ہیں:

''ہیں تالاب میں مچھلیاں کچھ فراہم وہی اُن کی دنیا وہی اُن کا عالم''[۳۱]

GUMAN گمان
VOL 8, ISSUE 1, 2025
E(ISSN) 2709-4162, P(ISSN) 2709-4154
https://guman.com.pk/index.php/GUMAN

عصری تقاضوں سے عدم واقفیت : الطاف حسین حالیؔ مسلمانوں کی ابتر صورتِ حال سے انتہائی آزردہ تھے اور اپنے مزاج کے دھیمے پن اور شرافت کے باوجود انھوں نے مسلمانوں کی کمزوریاں اور خامیاں کھول کھول کر بیان کی ہیں۔ حالی کہتے ہیں کہ مسلمان زمانے کے ساتھ خود چلنے کے لیے تیار نہیں۔اور زمانے کے تقاضوں اور وقت کی پکار پر کان بھی نہیں دھرتے۔حالانکہ دنیا میں کسی بھی قوم کی ترقی اور خوشحالی کے لیے ضروری ہے کہ وہ خود کو حالات کے تقاضوں سے ہم آہنگ کر دے:

''سدا ایک ہی رخ نہیں ناؤ چلتی چلو تم اُدھر کو ہوا ہو جدھر کی''۳۲

حالیؔ نے مسدس میں مسلمانوں کے زوال کے متعدد اسباب کا ذکر کیا ہے۔وہ کہتے ہیں کہ موجودہ مسلمانوں نے محنت کے بجائے خوشامد کو بھی اپنے لیے ایک روزگار بنا لیا ہے۔کوئی اپنے باپ دادا کے نام کا استعمال کر کے جہاں اپنے آباواجداد کا کوئی شناسا دیکھتا ہے اُس کے پاس پہنچ جاتا ہے۔مسدس میں زوال کے جن اسباب کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے اُن میں قحطِ اہلُ اللہ، قحطِ علمائے دین، دینی کتب کی نایابی، مدعیانِ علم کی دولت پرستی، مدعیانِ درویشی کی دھوکہ بازی، تعصب، خود غرضی، حسد، تکبر، کور باطنی، فتنہ انگیزی ،خود پسندی اور فضول خرچی جیسے اسباب پر مدلل انداز میں اشعار کہے گئے ہیں۔

بھارت درپن میں زوال کے اسباب

پنڈت کیفی نے بھارت درپن میں مسدسِ حالیؔ کے طرز پر پہلے ہندوؤں کے عروج اور اُن کے کارہائے نمایاں کا ذکر کیا ہے (اگرچہ اس میں کچھ خلافِ واقعہ کارناموں کا تذکرہ بھی شامل ہے)اور پھر موجودہ دور کے ہندوستان اور ہندوؤں کے زوال کے اسباب کم و بیش وہی بتائے ہیں جو مسدسِ حالی میں گنوائے گئے ہیں۔پنڈت کیفی کہتے ہیں کہ ہندوؤں کے زوال کا سب سے اہم سبب خود غرضی ہے۔جب خود غرضی نے دل میں گھر بنا لیا تو پھر باقی برائیاں آہستہ آہستہ ہندوؤں میں پھیلنے لگیں:

''کیا دل میں ابھیمان نے پہلے رستہ پھر اسباب اور آ ملے رفتہ رفتہ''۳۳

پنڈت کیفی ہندوؤں کی حالت زار پر اِسی طرح دکھ اور مایوسی کا اظہار کرتے ہیں جیسے حالیؔ نے مسلمانوں کی غربت، فلاکت اور پسماندگی پر افسوس کا اظہار کیا ہے۔وہ بھی حالیؔ کی طرح ہندوؤں کو طنز کا نشان بناتے ہیں اور انھیں سخت سست کہنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔کیفیؔ نے بھی ایک ایک کر کے ہندوؤں میں موجودہ برائیوں کو بیان کیا ہے۔ہندوؤں میں نفاق اور آپس کی لڑائیوں کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''ہر اک خانہ جنگی میں طاق اور یگانہ نفاقوں کا سرگرم ہے کارخانہ''۳۴

حالیؔ نے موجودہ دور کے شعرا پر بھی چوٹیں کی ہیں اور بے مقصد شاعری پر اُن کی ملامت کی ہے۔اِسی طرح پنڈت کیفی بھی اپنے شعرا کے بارے میں کہتے ہیں:

''نہیں ڈھنگ اب ان کے قابل بیاں کے کہ ننگِ خلائق ہیں شاعر ہمارے''۳۵

پنڈت کیفی کے علاوہ دوسرے ہندو شعرا نے بھی مسدسِ حالیؔ کا گہرا اثر قبول کیا تھا اور اس کے طرز اپنی قوم کی اصلاح کے لیے نظمیں لکھی تھیں۔اسی حوالے سے غلام حسین ذوالفقار لکھتے ہیں:

''مسلمانوں کے ماضی و حال کو مسدسِ حالیؔ نے جس طرح پیش کیا تھا اور سوئی ہوئی قوم کو جس طرح بیدار کیا تھا، معترضین تو اس کو نہ سمجھ سکے ،البتہ بعض ہندوؤں نے اس کا مثبت اثر قبول کیا۔گورکھ پرشاد عبرت کی ''مسدسِ نشو نمائے ہند'' اور پنڈت برج موہن دتاتریہ کیفی کی ''بھارت درپن'' میں اس کا چربہ اُتارا گیا ہے''۳۶

پنڈت کیفی نے ''بھارت درپن'' میں ہندو قوم کے عروج و زوال کی داستان اُسی انداز میں بیان کی ہے جس انداز میں مسدسِ حالیؔ میں پہلے مسلمانوں کے عروج اور اُن کے کارناموں کا ذکر کیا گیا ہے اور عروج کے اسباب بھی بیان کیے گئے ہیں۔اس کے بعد زوال کا ذکر کیا گیا ہے اور زوال کے اسباب بھی بیان کیے گئے ہیں۔''بھارت درپن

'' میں کیفیؔ نے اسی ترتیب کی پیروی کی ہے۔البتہ ''مسدسِ حالیؔ'' اور ''بھارت درپن'' میں دونوں شاعروں کے قومیت کے بارے میں تصور مختلف ہے۔حالیؔ قومیت کے اسلامی تصور کے قائل ہیں ،اِس لیےاُس کے مخاطب پوری دنیا کے مسلمان ہیں۔اس کے برعکس پنڈت کیفیؔ قومیت کے مغربی تصور یا وطنی تصور کے قائل ہیں۔اس لیے ''بھارت درپن''میں اُس کے مخاطب صرف ہندوستان میں رہنے والے ہندو ہیں۔

''بھارت درپن'' کی ہیئت بھی مسدس ہے اور اس کی بحر بھی مسدسِ حالیؔ کی طرح بحرِ متقارب مثمن سالم ہے۔جس کے ارکان(فعولن۔فعولن۔فعولن۔فعولن) ہیں۔لفظیات کے لحاظ سے بھی دونوں نظموں میں تھوڑا سا فرق ہے۔''مسدسِ حالیؔ''میں اردو کے ٹکسالی الفاظ کے ساتھ ساتھ عربی اور فارسی کے الفاظ زیادہ استعمال ہوئے ہیں جب کہ ''بھارت درپن'' میں اردو کے ٹکسالی الفاظ کے علاوہ سنسکرت الاصل الفاظ اور ہندی اصطلاحات کا استعمال زیادہ ہے۔

بخت زمین : پی ایچ ڈی سکالر شعبہ اردو جامعہ اسلامیہ کالج پشاور
ضیاءالدین : پی ایچ ڈی سکالر شعبہ اردو جامعہ اسلامیہ کالج پشاور

حوالہ جات

۱۔عصمت جہاں،حالیؔ اور اُن کی ادبی خدمات،پٹنہ،دی آرٹ پریس،سلطان گنج،اپریل ۱۹۸۷ء،ص:۹۸

۲۔پنڈت کیفیؔ،بھارت درپن،لاہور، مطبع مفیدِ عام،۱۹۰۵ء

۳۔ظہور الحسن،پنڈت کیفیؔ کے ادبی کارناموں کا جائزہ،علی گڑھ،ایجو کیشنل بک ہاؤس،۱۹۸۰ء،ص:۱۱۲

۴۔حالی،دیباچہ مسدسِ حالی،لاہور،مکتبہ خلیل،اردو بازار ۲۰۰۵ء،ص:۵

۵۔حالی،مسدسِ حالیؔ،لاہور،مکتبہ خلیل،اردو بازار ۲۰۰۵ء،ص:۱۱

۶۔پنڈت کیفی،بھارت درپن،لاہور، مطبعِ مفیدِ عام،۱۹۰۵ء،ص:۴

۷۔تاجور سامری،ایک زندگی ایک صدی،نئی دہلی،انجمنِ ترقی اردو ہند،۱۹۵۹ء،ص:۱۴۶

۸۔کیفیؔ،بھارت درپن،ص:۲

۹۔حالیؔ،مسدسِ حالیؔ،ص:۱۹

۱۰۔ایضاً

۱۱۔ایضاً

۱۲۔کیفیؔ،بھارت درپن،ص:۱۴

۱۳۔ایضاً،ص:۱۶

۱۴۔ایضاً

۱۵۔مرزا خلیل احمد بیگ،پنڈت برج موہن دتاتریا کیفیؔ،نئی دہلی،ساہتیہ اکادمی،۱۹۸۹ء،ص:۲۸

۱۶۔حالیؔ،مسدسِ حالیؔ،ص:

۱۷۔پنڈت کیفی،بھارت درپن،ص:۲۳

۱۸۔ڈاکٹرسید عبداللہ،چندنئے اور پرانے شاعر،لاہور،اردو مرکز،۱۹۶۵ء،ص:۱۲۴

۱۹۔حالیؔ،مسدسِ حالی،ص:۲۲

۲۰۔پنڈت کیفی،بھارت درپن،ص:۱۷

۲۱۔سرراس مسعود، مضمون، مشمولہ مسدسِ حالیؔ،کراچی،اردو اکیڈمی سندھ،۱۹۹۲ء،ص:۲۴

۲۱۔پروفیسر گوپی چند نارنگ،اردوغزل اور ہندوستان ذہن وتہذیب، نئی دہلی، قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان،۲۰۰۲ء،ص:۳۱

۲۳۔اے۔ایل۔باشم،ہندوستان کا شاندار ماضی، نئی دہلی، قومی کونسل برائے فروغ،اردو زبان،۱۹۹۸ء،ص:۷۰۰

۲۴۔ثروت صولت،ملتِ اِسلامیہ کی مختصر تاریخ،لاہور،اسلامک پبلی کیشنز،۲۰۱۴ء،ص:۳۲۲

۲۵۔پنڈت کیفی،بھارت درپن،ص:۲۳

۲۶۔ایضاً،ص:۳۱

۲۷۔ایضاً،ص:۳۰

۲۸۔حالیؔ،مسدسِ حالیؔ،ص:۳۷

۲۹۔فیاض محمود،تاریخِ مسلمانانِ پاک وہند، جلد۔۹،لاہور پنجاب یونیورسٹی،۱۹۷۱ء،ص:۱۱۳

۳۰۔حالیؔ،مسدسِ حالیؔ،ص:۴۱

۳۱۔ایضاً،ص:۴۲

۳۲۔ایضاً،ص:۴۵

۳۳۔پنڈت کیفی،بھارت درپن،ص:۳۰

۳۴۔ایضاً،ص:۳۵

۳۵۔ایضاً،ص: ۴۰

۳۶۔ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار،تاریخِ ادبیاتِ مسلمانانِ پاکستان وہند، جلد نمبر۷،لاہور،پنجاب یونیورسٹی،۱۹۷۱ء،ص:۱۲۱